بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

جناب رفعت سروش اردو زبان کے بلند پایہ ادیب اور شاعر ہیں اور آج کل آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن نئی دہلی میں شعبۂ اردو کے انچارج ہیں، ابھی پچھلے دنوں ایک ریڈیو تقریر کے سلسلہ میں ان سے ملاقات ہوئی تو باتوں باتوں میں انھوں نے کہا کہ میں نے سب سے پہلے آپ کی وہ تقریر سنی ہے جو ۱۹۴۳ء میں دہلی کے ٹاؤن ہال میں ڈاکٹر محمد اشرف اور سجاد ظہیر کے بالمقابل اردو کی ترقی پسند شاعری کی مخالفت میں آپ نے کی تھی، پھر انھوں نے مسکرا کر کہا: آپ کی یہ عجیب وغریب تقریر تھی اور مجمع پر اس کا بڑا اثر ہوا تھا۔ آج اس واقعہ پر ۳۵ برس کا طویل زمانہ بیت گیا، مگر رفعت سروش صاحب نے اسے یاد دلایا تو ایسا محسوس ہونے لگا کہ گویا کل کی بات ہے، ہوا یہ تھا کہ اس زمانہ میں ترقی پسند شاعری کا بڑا غلغلہ تھا، میراجی اور ن م راشد کی شاعری نے ایک قیامت برپا کر رکھی تھی اور اس کی مخالفت وموافقت میں بہت کچھ کہا سنا اور لکھا جا رہا تھا۔ اس سلسلہ میں بعض حضرات نے اس موضوع پر ایک پبلک جلسہ اور مذاکرہ کا انتظام کیا۔ یہ جلسہ سر سید رضا علی مرحوم کی صدارت میں ٹاؤن ہال میں منعقد ہوا۔ دونوں طرف سے بولنے والوں کے پینل بنا دیئے گئے تھے، ایک طرف پروفیسر فیض احمد فیض، ڈاکٹر محمد اشرف اور سجاد ظہیر تھے، یہ تینوں حضرات ترقی پسند شاعری کے حامی گروپ کے سرخیل وسرغنہ اور نہایت لائق وقابل اور اپنے فن میں ممتاز تھے، ان کے مقابل جن کو بولنا تھا ان میں خواجہ محمد شفیع، ہلال احمد زبیری اور خاکسار اڈیٹر برہان کے نام تھے،

موضوع گفتگو چونکہ بڑا ہنگامہ خیز تھا اس لئے ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور گیلریوں تک میں مجمع تھا۔ تقریریں شروع ہوئیں اور دونوں طرف سے دلائل و براہین کے انبار لگتے رہے، آخر میں میری باری آئی، آج مجکو ندامت کے ساتھ اس کا اعتراف ہے کہ یہ زمانہ میرے شباب کا تھا، جب کہ میں جذبات انگیزی کو معیارِ کمال سمجھتا تھا، اس بنا پر میں نے اپنی تقریر میں پہلے سنجیدگی سے شعر و شاعری کی اصل حقیقت اور اس کے اوصاف و لوازم پر روشنی ڈالی اور پھر ترقی پسند شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے میراجی اور راشد کے وہ تمام عریاں اور فحش اشعار سنا ڈالے جو اس وقت مجھے یاد آگئے نتیجہ یہ ہوا کہ مجمع نے مجکو چیرز پر چیرز دیئے اور حزب مخالف کے خلاف سخت جوش و خروش پیدا ہو گیا، اب جناب صدر کو ووٹ لینے تھے لیکن مجمع کا رنگ دیکھ کر اس خوف سے کہ فساد نہ ہو جائے انھوں نے اس کا ارادہ ملتوی کر دیا اور اپنی مختصر صدارتی تقریر کے بعد جلسہ کے ختم ہونے کا اعلان کر دیا۔ مرحوم سجاد ظہیر نے اپنی کتاب "روشنائی" میں اس واقعہ کا ذکر کیا اور میری اس حرکت پر افسوس کے ساتھ حیرت و استعجاب کا اظہار کیا ہے، وہ اور ڈاکٹر اشرف دونوں صف اول کے کمونسٹ تھے مگر نہاد و طبع کے اعتبار سے بڑے شریف، ملنسار اور خلیق تھے اس واقعہ کے بعد بھی میرے ساتھ ان کی وضع میں کوئی فرق نہیں آیا۔ جب کبھی ملے بڑے تپاک سے ملے اور متوجہ ہو کر گفتگو کی۔

اتنے عرصہ کے بعد میں نے یہ واقعہ یہاں دو غرض سے لکھا ہے: (۱) اول تو یہ کہ اس زمانہ میں میں برہان کے نظرات میں اپنی علمی و ادبی سرگرمیوں کا تذکرہ بہت کم کرتا تھا چنانچہ اس واقعہ کا بھی نہیں کیا، اب میں چاہتا ہوں کہ برہان میں محفوظ ہو جائے، اور دوسرے یہ کہ میں اعلان کرتا ہوں کہ یہ واقعہ بدقسمتی سے میری حیات گذشتہ کے اُن واقعات میں سے ہے (اور ایسے واقعات ایک دو نہیں بلکہ متعدد ہیں) جن پر مجھے اب ندامت اور افسوس